فضیلۃ الشیخ عبداللہ ناصر رحمانی ﷾، امیر جمعیت اہل حدیث سندھ

روزہ کے چند ضروری احکام

(۱) روزہ کی فرضیت کی ابتداء

ماہِ رمضان کے روزے، رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی فرض ہوجاتے ہیں۔

ماہِ رمضان کا شروع ہونا تین طریقوں سے معلوم ہوسکتا ہے:

پہلا طریقہ: رؤیت ہلال، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[فَمَنْ شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۔]

ترجمہ: ''تم میں سے جو شخص اس مہینہ کو پائے اسے روزہ رکھنا چاہئے'' (البقرۃ:۱۸۵)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: '' صوموا لرؤيته '' یعنی: ''چاند دیکھ کر روزہ رکھو'' (صحیح بخاری (۱۹۰۹) صحیح مسلم (۱۰۸۱/۱۹)

چنانچہ جس شخص نے چاند دیکھ لیا، اس پر روزہ فرض ہوجائے گا۔

دوسرا طریقہ: چاند خود تو نہیں دیکھا، لیکن رؤیت ہلال کی شہادت یا خبر موصول ہوگئی، شہادت یا خبر دینے والا اگر عادل اور مکلف ہے تو اس کی شہادت یا خبر کفایت کرجائے گی، اس کی دلیل عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت ہے، فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ لوگ چاند دیکھنے کے حوالے سے شک وشبہ کا شکار ہوگئے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔'' (ابوداود :۲۳۴۲/ ابن حبان:۳۴۴۷/ حاکم:۱۵۴۱/ دار القطنی :۲۱۲۷)

تیسرا طریقہ: ماہ شعبان کے تیس دن پورے ہوجانا، اس کی صورت یہ ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند نظر نہ آئے، خواہ بادل یا گردوغبار، جو چاند دیکھنے میں رکاوٹ بنتے ہیں، ہوں یا نہ ہوں۔

اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: '' إنما الشهر تسع وعشرون يوما، فلا تصوموا حتى تروه، ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له ''

ترجمہ: ''مہینہ انتیس دن کا بھی ہوتا ہے، لہذا تم چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو، اور چاند دیکھے بغیر افطار نہ کرو، اگر بادل حائل ہوجائیں تو پھر شعبان کے تیس دن پورے کرلو'' (صحیح بخاری (۱۹۰۷) صحیح مسلم (۲۴۹۹) یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

واضح ہو کہ حدیث کے الفاظ '' فاقدروا له '' کا مندرجہ بالا معنی، ہم نے حدیثِ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ کو سامنے رکھتے ہوئے کیا ہے۔ حدیثِ ابوھریرۃ کے الفاظ یہ ہیں:

'' فإن غمي عليكم الشهر، فعدوا ثلاثين ''

یعنی: ''اگر بادل وغیرہ چھائے ہوں تو تیس کی گنتی پوری کرو''

(صحیح بخاری (۱۹۰۹) صحیح مسلم (۲۵۱۶) یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

واضح ہو کہ یوم الشک کا روزہ ناجائز ہے، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: '' من صام اليوم الذي شك فيه فقد عصى أبا القاسم ﷺ '' یعنی: ''جس شخص نے شک والے دن کا روزہ رکھا اس نے ابو القاسم ﷺ کی نافرمانی کی'' (اسے امام بخاری نے کتاب الصوم، '' باب قول النبي ﷺ إذا رأيتم الهلال فصوموا '' میں معلقاً روایت فرمایا ہے)

اسی طرح رمضان سے ایک یا دودن قبل روزہ رکھنا بھی ناجائز ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "لاتقدموا صوم رمضان بیوم ولایومین إلا ان یکون صوم یصومه رجل فلیصم ذلك الیوم"

ترجمہ: ''رمضان سے ایک یادودن قبل روزہ نہ رکھو، اِلا یہ کہ ایسادن ہوجس میں ایک شخص روزہ رکھتا رہتا ہے (مثلاً پیر یا جمعرات کا دن) تووہ رکھ سکتا ہے''

(صحیح بخاری(۱۹۱۴) صحیح مسلم(۱۰۸۲) مسند احمد(۷۷۲۲))

(۲) روزہ کی ابتداء وانتهاء

روزہ کی ابتداء، فجرِ ثانی جسے صبح صادق بھی کہا جاتا ہے کے طلوع ہوتے ہی ،فرض ہوجاتی ہے ،فجرِ ثانی سے مراد افقِ سماوی میں پھیل جانے والی سفیدی ہے۔جبکہ روزہ کی انتہاء،غروبِ آفتاب کے ساتھ، ضروری ہوتی ہے،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۠ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ](البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ:''اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے،تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے ۔پھر رات تک روزے کو پورا کرو''

آیتِ کریمہ میں "الخیط الابیض" اور "الخیط الاسود" سے مراد صبح کے اجالے کا،رات کی تاریکی سے اجاگر ہونا ہے۔

(۳) روزہ کس پر فرض ہے؟

روزہ ہر اس شخص پر فرض ہے جس میں مندرجہ ذیل تین شرائط ہوں: (۱) مسلمان ہو۔(۲) مکلف ہو۔(۳) روزہ رکھنے کی قدرت رکھتا ہو۔

کافر پر روزہ اس لئے فرض نہیں ہے کہ اس کے کفر کی وجہ سے اس کا کوئی عمل مقبول نہیں،اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَاۗءً مَّنْثُوْرًا ۝۲۳](الفرقان:۲۳)

ترجمہ:''اور انہوں نے جو اعمال کیے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر انہیں پراگندہ ذروں کی طرح کردیا''

البتہ اگر کافر شخص ، رمضان کے مہینہ میں توبہ کرکے اسلام قبول کرلیتا ہے تو اس پر بقیہ دنوں کے روزے فرض ہونگے ،اور اس مہینہ کے بحالتِ کفر گزرے ہوئے روزوں کی قضاء لازم نہیں ہوگی۔

اسی طرح روزہ، مکلف پر فرض ہے، چنانچہ وہ شخص جو جنون یا دیوانگی کے عارضہ میں مبتلا ہے پر روزہ فرض نہیں،ایک تو اس لئے کہ اس کی نیت نہیں ، دوسرا اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی ایک حدیث میں مرفوع القلم قرار دیا ہے:"وعن المجنون حتی یفیق"

بچے پر بھی روزہ فرض نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بچے کو بھی مرفوع القلم قرار دیا ہے:"وعن الصبی حتی یحتلم" البتہ اگر بچہ سنِ تمیز وشعور کو پہنچتا ہے تو اس کا روزہ صحیح قرار پائے گا،اور نفل ہوگا، بچے کے والدین کو چاہئے کہ وہ بچوں کو روزہ رکھوایا کریں ،صحابہ کرام اپنے چھوٹے بچوں کو روزہ رکھوایا کرتے تھے۔

مریض اور مسافر پر اَداءً روزہ فرض نہیں ہے،لیکن جب مرض یا سفر کا عذر ختم ہوجائے گا تو روزہ رکھیں گے،اور چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء کریں گے،اللہ پاک کا فرمان ہے:

[فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰي سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۭ](البقرۃ:۱۸۴)

ترجمہ:''ہاں جو بیمار ہو یا مسافر ہو اسے دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرنی چاہئے''

واضح ہو کہ روزہ کی فرضیت کا حکم، مقیم،مسافر،صحت مند، مریض حائضہ ،نفاس والی عورت ، ان دونوں سے پاک عورت اور بے ہوش

سب کو شامل ہے، روزہ کی فرضیت ان سب کے ذمہ قائم ہے، اور یہ سب روزہ کی فرضیت کے مخاطب ہیں، ان سب کو اپنے ذمہ روزہ کے وجوب کا عقیدہ رکھنا چاہیے، البتہ یہ سب فرضیتِ روزہ کے باعتبارِ اداء یا قضاء مختلف حکم رکھتے ہیں:

کچھ تو وہ ہیں جن پر رمضان کے مہینہ میں روزہ فرض ہوتا ہے، ان میں صحت مند، مقیم اور حیض ونفاس سے پاک عورت، شامل ہیں۔

کچھ وہ ہیں جو صرف روزہ کی قضاء پر مکلف و مامور ہوں ان میں حیض اور نفاس والی عورتیں شامل ہیں۔ نیز وہ مریض بھی جو بوجہِ مرض رمضان میں روزہ کی قدرت نہیں رکھتے لیکن بعد میں مرض کے زائل ہونے پر روزہ قضاء کر سکتے ہیں۔

اور کچھ وہ لوگ ہیں جنہیں روزہ رکھنے یا چھوڑنے، دونوں میں سے کسی ایک چیز کا اختیار دیا گیا ہے، ان میں مسافر اور وہ مریض شامل ہے جو بلاخوفِ ہلاکت روزہ رکھ سکتا ہے۔

حیض ونفاس والی عورت کیلئے روزہ کی قضاء کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: "**وتمکث إحداکن اللیالی لا تصلی وتفطر فی رمضان**"۔ (صحیح مسلم (۸۰) مسند احمد (۵۳۲۱)

یعنی: "تم عورتیں کئی دن، نماز نہیں پڑھتیں اور رمضان میں بھی افطار کرتی ہو"

(دنوں سے مراد، حیض ونفاس کے دن ہیں) نیز عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: "**کنا نحیض علی عهد النبی ﷺ فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة**"۔

(صحیح مسلم (۳۳۵) جامع ترمذی (۷۸۷) مسند احمد (۲۵۴۲۰)

ترجمہ: "ہمیں نبی ﷺ کے دور میں جب حیض آتا تو روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا"

شیخ کبیر یعنی بہت ہی زیادہ بوڑھے کیلئے ترکِ صوم اور صوم کی جگہ فدیہ کی رخصت وارد ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[**وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِينٍ**]

ترجمہ: "اور اس کی (ناقابلِ برداشت مشقت سے) طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں" **(البقرۃ:۱۸۴)**

اگر کسی شخص نے کسی عذر کی بناء پر روزہ نہ رکھا ہو، پھر روزہ کے دوران دن ہی میں وہ عذر ختم ہوگیا ہو تو وہ شخص بقیہ دن امساک کرے گا یعنی کچھ بھی نہیں کھائے پیئے گا اور اس روزہ کی قضاء واجب ہوگی۔ اس کی مثال، اس مسافر سے دی جاسکتی ہے جو سفر کے عذر کی بناء پر روزہ نہیں رکھتا، پھر اسی دن واپس لوٹ بھی آتا ہے، تو وہ بقیہ دن کھانے پینے سے پرہیز کرے گا اور اس روزہ کی قضاء دے گا۔ یہی حکم حیض اور نفاس والی عورت کا ہے، اگر وہ دن میں حیض یا نفاس سے پاک ہوجاتی ہیں، اسی طرح اگر دن کے وقت کافر اسلام قبول کرلے، یا مجنون ہوش میں آجائے، یا بچہ بالغ ہوجائے، تو یہ سب بقیہ دن کا امساک کریں گے اور اس دن کے روزہ کی قضاء کریں گے۔

(۴) روزہ کی نیت

ہر عمل کی نیت فرض ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"**إنما الاعمال بالنیات وإنما لکل امرئ ما نوی**"۔

(صحیح بخاری (۱)

ترجمہ: "تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور انسان کو اس کے عمل سے وہی کچھ حاصل ہوگا جو وہ نیت کرے گا"

نیت کا اللہ تعالیٰ کیلئے خالص ہونا ضروری ہے، قولہ تعالیٰ:

[**وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ**]

ترجمہ: "انہیں اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کیلئے دین کو خالص رکھیں" **(البینۃ:۵)**

رمضان کے روزہ کیلئے، رات کو سونے سے قبل نیت کرنا ضروری ہے، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے: "**من لم یجمع النیة قبل الفجر فلا صیام له**"۔

یعنی: "جو شخص فجر سے قبل روزہ کی نیت نہ کرے اس کا روزہ صحیح نہیں" (ابوداود (۲۴۵۴) ترمذی (۷۳۰) نسائی (۲۳۳۱)

البتہ نفلی روزہ کی نیت دن میں بھی کی جاسکتی ہے: کیونکہ رسول اللہ ﷺ ایک دن صبح کے وقت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور پوچھا: آپ کے پاس کھانے کو کوئی چیز ہے؟ انہوں نے جواب دیا: نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر ہمارا روزہ ہے۔

(صحیح مسلم (۱۱۵۴) مسند احمد (۲۵۲۰۳) ابوداؤد (۲۴۵۵))

(۵) احکامِ سحر وافطار

شریعت میں سحری کے کھانے کی ترغیب وارد ہے، اور اسے بابرکت کھانا قرار دیا گیا ہے۔

عن أنس ﷺ قال: قال رسول الله ﷺ: "تسحروا فإن في السحور بركة"

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سحری کیا کرو؛ کیونکہ سحری میں برکت ہے"

(صحیح بخاری (۱۹۲۳) صحیح مسلم (۲۵۴۴))

سحری کی فضیلت، ترغیب اور تاکید اس حدیث سے بھی واضح ہوتی ہے: **"تسحروا ولو بجرعة ماء"**

یعنی: "سحری کرو، خواہ ایک گھونٹ پانی پی کر" (مسند ابویعلی (۳۳۴۰) شیخ البانی کی "الترغیب والترهیب" (۱۰۶۳) بھی ملاحظہ ہو)

شریعت نے سحری میں تاخیر کی ترغیب دلائی ہے، صحابہ کرام، تاخیر سے سحری کیا کرتے تھے، حدیث میں آتا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سحری اور اذانِ فجر کے درمیان پچاس آیات کی مقدار کا وقفہ ہوتا تھا۔

بعض لوگ پوری رات جاگتے ہیں اور پھر جلدی سحری کر کے سوجاتے ہیں، اس طرح یہ لوگ بہت سے گناہوں کا ارتکاب کرڈالتے ہیں: ① انہوں نے سحری کا کھانا وقتِ مشروع ومسنون سے قبل تناول کرلیا۔ ② وہ نمازِ فجر جماعت کے ساتھ نہیں ادا کرپاتے۔ اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کے فریضہ کے ترک کے مرتکب ہوتے ہیں۔ ③ بعض اوقات وہ نمازِ فجر تاخیر سے ادا کرتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو سورج کے طلوع ہونے کے بعد نماز پڑھتے ہیں، جوکہ بہت بڑا جرم اور شدید ترین معصیت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝] (الماعون: ۵،۴)

ترجمہ: ان نمازیوں کیلئے افسوس (اورویل نامی جہنم کی جگہ) ہے۔ جو اپنی نماز سے غافل ہیں"

اگر کوئی شخص تاخیر سے بیدار ہوا اور اسے جنابت کا عارضہ بھی لاحق ہو، تو وہ پہلے سحری کھا کر روزہ رکھ لے، غسلِ جنابت، طلوعِ فجر کے بعد بھی کیا جاسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص طلوعِ فجر کے بعد بیدار ہوا تو وہ کھانا یا پانی استعمال نہیں کرسکتا، البتہ اگر کھانا کھانے کے دوران، اذانِ فجر شروع ہوجائے تو وہ اپنا کھانا پورا کرسکتا ہے، اس کی دلیل ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی، رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث ہے: **"إذا سمع أحدكم النداء والإناء على يده فلا يضعه حتى يقضي حاجته منه"**

(ابوداؤد (۲۳۵۰) مسند احمد (۲/۵۱۰))

یعنی: "جب تم میں سے کوئی فجر کی اذان سن لے، اور کھانے کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو (یعنی وہ کھانا کھارہا ہو) تو وہ اس برتن کو اس وقت تک نہ چھوڑے جب تک اپنی کھانے کی حاجت پوری نہ کرلے"

یہ حدیث ان لوگوں کا رد ہے، جو سحری کھاتے ہوئے فجر کی اذان سنتے ہیں تو فوراً کھانے کے برتن سے الگ ہوجاتے ہیں، بلکہ منہ میں موجود نوالے کو بھی اُگل دیتے ہیں اور پانی کے گھونٹ کی کلی کردیتے ہیں۔

سحری میں کھجور کا استعمال بھی بہترین کھانا قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"نعم سحور المؤمن التمر"** (ابوداؤد (۲۳۴۵) ابن حبان (۳۴۷۵))

یعنی: "مومن کی بہترین سحری کھجور ہے"

روزہ کے افطار کا وقت غروب آفتاب ہے، غروبِ آفتاب اس کے ذاتی مشاہدہ سے، یا پھر کسی ثقہ آدمی کی خبر سے (مثلاً مؤذن کی اذان) حاصل ہوجاتا ہے۔ غروبِ آفتاب کے فوراً بعد روزہ افطار کرنا

مستحب ہے، تاخیر چاہے وہ ایک دومنٹ ہی کی کیوں نہ ہو (جیسا کہ بعض لوگ برسبیلِ احتیاط کرتے ہیں) جائز نہیں؛ کیونکہ یہ تاخیر رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے خلاف ہے۔

عن سهل بن سعد ؓ ان النبی ﷺ قال:"لايزال الناس بخير ماعجلوا الفطر"(صحیح بخاری:۱۹۵۷) صحیح مسلم(۲۵۴۹)

سہل بن سعد ؓ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگ اس وقت تک خیر پر قائم رہیں گے، جب تک روزہ کے افطار میں جلدی کرتے رہیں گے''

اس کے علاوہ ایک حدیثِ قدسی میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"إن أحب عبادي إلى أعجلهم فطرا"(جامع ترمذی(۶۹۹)

یعنی:''بے شک میرے نزدیک سب سے محبوب میرے وہ بندے ہیں جو روزہ افطار کرنے میں سب سے زیادہ جلدی کرتے ہیں (یعنی سورج غروب ہوتے ہی)''

تازہ اور تر کھجور سے روزہ افطار کرنا سنت ہے، اگر وہ میسر نہ ہوتو خشک کھجور (چھوہارہ) سے، اور اگر وہ بھی میسر نہ ہوتو پانی کے چند گھونٹ لے لئے جائیں۔ انس ؓ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ تازہ کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو عام یا خشک کھجوروں سے اور اگر وہ بھی نہ ہوتیں تو چند گھونٹ پانی پی لیا کرتے'' (مسند احمد (۲۱۶۱۲) ابوداود (۲۳۵۶) ترمذی (۶۹۵)

اگر ایک شخص یہ سمجھتے ہوئے کہ سورج غروب ہوچکا ہے روزہ افطار کرلے، پھر پتا چلا کہ سورج ابھی غروب نہیں ہوا، تو اس پر کوئی قضاء نہیں ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ۭ] (الاحزاب:۵)

ترجمہ:''تم سے بھول چوک میں جو کچھ ہوجائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں، البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو''

صحابۂ کرام نے ایک روز، نبی ﷺ کے دور میں، مطلع کے ابر آلود ہونے کی وجہ سے غلطی سے قبل از وقت روزہ افطار کرلیا تھا، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں روزہ قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

یہاں ایک مسئلہ کی وضاحت ضروری ہے، کچھ لوگ افطار کے دسترخوان پر مسلسل کھاتے رہتے ہیں، حتی کہ رات کا کھانا بھی کھالیتے ہیں، اور مسجد میں مغرب کی باجماعت نماز تک چھوڑ دیتے ہیں، یہ لوگ بہت بڑی غلطی کے مرتکب ہیں، چنانچہ مسجد اور جماعت کی نماز کو چھوڑ کر ثوابِ عظیم سے محرومی اور مختلف سزاؤں اور وعیدوں کا نشانہ بن جاتے ہیں۔ امرِ مشروع یہ ہے کہ پہلے روزہ افطار کرلیا جائے، پھر نمازِ مغرب ادا کی جائے، پھر رات کا کھانا تناول کیا جائے۔

افطار کے وقت دعائیں کرنا مستحب ہے، یہ قبولیت کا وقت ہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:"**إن للصائم عند فطره دعوة ماترد**"

یعنی:''روزہ دار کی افطار کے وقت کی دعائیں، رد نہیں کی جاتیں'' (ابن ماجہ (۱۷۵۳) بروایت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ)

افطار کے وقت یہ دعا پڑھنا مسنون ہے:"**ذَهَبَ الظَّمَأُ، وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ، وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللهُ**"

یعنی:''پیاس ختم ہوئی، اور رگیں تر ہوگئیں، اور اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو اجر بھی ثابت ہوگیا'' (ابوداود (۲۳۵۷) بروایت عبداللہ بن عمر ؓ)

اس کے علاوہ ایک دعاء "**اللهم لك صمت وعلى رزقك أفطرت**" بھی معاذ بن زہرۃ کی مرسل روایت سے منقول ہے۔ (دیکھئے سنن ابی داود (۲۳۵۸)

(۲) روزہ کو فاسد کرنے والے امور

ایسے بہت سے امور ہیں، جن سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، روزہ دار کیلئے ان کی معرفت ضروری ہے، تاکہ وہ ان سے اجتناب کرسکے،

اور اپنے روزہ کو فاسد ہونے سے بچا سکے۔ یہ امور درجہ ذیل ہیں:

① **جماع**: روزہ دار کے بحالتِ روزہ جماع کرنے سے اس کا روزہ باطل ہوجائے گا، دریں صورت اس روزہ کی قضاء واجب ہوگی، قضاء کے ساتھ ساتھ کفارہ بھی۔ کفارہ ایک غلام آزاد کرنا ہے، اگر غلام یا اس کی قیمت کی طاقت نہ ہوتو دو ماہ کے مسلسل اور متواتر روزے رکھنے ہونگے، اگر کسی عذرِ شرعی کی بناء پر روزوں کی طاقت نہ ہوتو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا، جس کی صورت یہ ہے کہ ہر مسکین کو آدھا صاع (تقریباً سوا کلو) اپنے شہر کا معروف ومتداول کھانا کھلائے۔ جس عورت کے ساتھ جماع کیا ہے اس پر کوئی کفارہ نہیں ہے؛ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو جس نے اپنی بیوی سے بحالتِ روزہ جماع کرلیا تھا، کفارہ کا حکم دیا تھا، اس کی بیوی کو یہ حکم نہیں دیا تھا۔

② **انزالِ منی**: یعنی جماع کے علاوہ کسی طریقے سے مثلاً: بوسہ لینے، عورت کو چھو لینے، عورت کی طرف تکرارِ نظر وغیرہ سے اگر منی خارج ہوئی تو روزہ فاسد ہوجائے گا، دریں صورت روزہ کی قضاء فرض ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا؛ کیونکہ کفارہ، جماع کے ساتھ مخصوص ہے۔ البتہ اگر سوئے ہوئے شخص کو احتلام کے ذریعے انزال ہوجائے تو اس کا روزہ صحیح ہے؛ کیونکہ یہ انزال اس کے اختیار کے بغیر ہوا ہے، لیکن غسلِ جنابت واجب ہوگا۔

③ جان بوجھ کر کھانے یا پینے سے بھی روزہ فاسد ہوجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

[وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۠ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ] (البقرة:۱۸۷)

ترجمہ: ''تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہوجائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو''

یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ تبیینِ فجر کے بعد کھانا پینا ناجائز ہے۔

واضح ہو کہ بھول کر کھانے یا پینے سے روزہ پر کوئی اثر واقع نہیں ہوتا، وہ روزہ صحیح متصور ہوگا، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''من نسي وهو صائم فأكل وشرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه''

ترجمہ: ''جس روزہ دار نے بھولے سے کھا پی لیا، وہ اپنا روزہ پورا کرلے؛ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا اور پلایا ہے''

(صحیح بخاری (۶۶۶۹) صحیح مسلم (۲۷۰۹) یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں)

④ جان بوجھ کر قئ کرنے سے بھی روزہ فاسد ہوجائے گا۔ قئ کی صورت یہ ہے کہ معدہ میں موجود کھانے یا پانی کو عمداً منہ کے راستہ سے خارج کیا جائے، اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''من استقاء عمدًا فليقض''

یعنی: ''جان بوجھ کر قئ کرنے والا اپنا روزہ قضاء کرے''

(مسند احمد (۱۰۰۸۵) ابوداود (۲۳۸۰) ترمذی (۷۲۰)

البتہ خود بخود قئ ہونے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے: ''من ذرعه القئ فليس عليه قضاء''

یعنی: ''جسے غلبۂ قئ کی بناء پر خود بخود قئ آجائے اس پر کوئی قضاء نہیں'' (حدیثِ سابق کی تخریج ملاحظہ ہو)

⑤ حجامت یعنی سینگی یا فصد وغیرہ کے عمل سے خون نکلوانے سے بھی روزہ فاسد ہوجاتا ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

''أفطر الحاجم والمحجوم''

یعنی: ''سینگی لگانے والا اور جسے لگائی جارہی ہے، دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا'' (مسند احمد (۱۶۶۶۳) ابوداود (۲۳۶۹) سنن دارمی (۱۷۳۰) وغیرہ)

واضح ہو کہ اس حکم کا انطباق اس شخص پر بھی ہوگا جو عطیہ دینے کیلئے اپنے جسم سے خون نکلوائے۔ البتہ لیبارٹری میں کسی چیک اپ کیلئے تھوڑا سا خون دینے میں کوئی مضائقہ نہیں، اسی طرح اگر اپنے اختیار کے بغیر خون نکلا، (مثلاً: نکسیر سے، زخم سے یا دانت نکلوانے سے) تو بھی روزہ فاسد نہیں ہوگا۔

حلق کی بجائے ورید (گلے کی رگ) سے غذا، پیٹ میں پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح خون دینے سے بھی، نیز طاقت کے انجکشن سے بھی؛ کیونکہ یہ دونوں چیزیں، غذا اور طعام کے حکم میں ہیں۔

انجکشن اگر طاقت کا نہ ہو تو بھی بر بناء احتیاط، اس کے لگانے سے گریز کرنا چاہئے، تا کہ اس کا روزہ کسی شک وشبہ کے بغیر صحیح رہے، رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"دع ما یریبك إلی ما لا یریبك"

یعنی: ''شک میں ڈالنے والی چیز کو چھوڑ کر ایسی چیز اختیار کرلو جو شک سے پاک ہو'' (مسند احمد (۱۷۲۳) ترمذی (۲۵۲۳) نسائی (۵۷۲۷) مستدرک حاکم (۲۲۱۶) امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے)

چنانچہ روزہ دار کو اگر انجکشن کی ضرورت ہو تو اسے رات تک کیلئے مؤخر کردے، اور اگر مرض کی شدت غالب ہو تو شریعت نے قضاء کی رخصت عطا فرمائی ہے، اس سے فائدہ اٹھائے۔

روزہ دار آنکھوں یا کانوں یا ناک میں ایسی دوا ڈالنے سے بھی گریز کرے، جس کے حلق میں اترنے کا اندیشہ ہو، اسی طرح بحالتِ روزہ، دورانِ وضوء، کلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے ہوئے، مبالغہ سے کام نہ لے: کیونکہ اس سے پانی کے پیٹ میں داخل ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

"وبالغ فی الاستنشاق إلا أن تکون صائما"

یعنی: ''ناک میں پانی چڑھاتے ہوئے خوب مبالغہ کرو، اِلا یہ کہ تم روزہ سے ہو'' (ابوداؤد (۱۴۲) ترمذی (۷۸۷) نسائی (۸۷) بروایت لقیط بن صبرة رضی اللہ عنہ)

بحالتِ روزہ، تھوک نگلنے، تیل لگانے، غسل کرنے، بخور لینے یا خوشبو سونگھنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، اس کے علاوہ عورت کھانا چکھ سکتی ہے، بشرطیکہ کھانا حلق سے نیچے نہ اترے، صحابۂ کرام اس کے جواز پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

مسواک، روزہ پر اثر انداز نہیں ہوتی، بلکہ بحالتِ روزہ، دن کے اول یا آخر کسی بھی حصہ میں مسواک مستحب اور مرغوب فیہ ہے۔

اڑتا ہوا گرد وغبار یا مکھی اگر حلق میں داخل ہوتے ہیں، تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

گزشتہ صفحات میں بڑی تفصیل سے بیان ہو چکا کہ روزہ دار، جھوٹ، غیبت، چغلی اور گالی گلوچ سے مکمل اجتناب کرے، یہ معاملہ اگر چہ بہت مشکل ہے؛ کیونکہ بعض لوگوں پر کھانا پینا چھوڑنا آسان ہے، لیکن زبان سے غیبت، چغلی، بہتان طرازی اور گالی گلوچ وغیرہ چھوڑنا انتہائی مشکل ہے۔ اسے چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرے اور بحالتِ روزہ اپنے اوقات کو، ذکر اللہ، نوافل اور تلاوتِ قرآن میں صرف کرے۔ سلف صالحین روزہ کی حالت میں اپنا بیشتر وقت مساجد میں گزارا کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے: ہم مساجد میں بیٹھے رہیں گے اور ہر قسم کی غیبت سے بچے رہیں گے، تا کہ ہمارا روزہ محفوظ رہے (لیکن ان لوگوں کا کردار انتہائی بھیانک اور ظالمانہ ہے جو روزہ رکھنے اور مساجد میں بیٹھنے کے باوجود غیبت سے باز نہیں آتے، بلکہ بعض لوگ تو اس سے بھی بڑھ کر بحالتِ اعتکاف بھی غیبت سے نہیں چوکتے۔)

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "من لم یدع قول الزور والعمل به ، فلیس لله حاجة فی أن یدع طعامه وشرابه"

ترجمہ: ''جو شخص روزہ کی حالت میں، قولِ زور اور عملِ زور نہیں چھوڑتا، اس کے بھوکا اور پیاسا رہنے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں'' (صحیح بخاری (۱۹۰۳) بروایت ابوھریرة رضی اللہ عنہ)

ابوھریرة رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے: "الصائم فی عبادة مالم یغتب مسلما أو یؤذه"

یعنی: ''روزہ دار مستقل حالتِ عبادت میں ہے، جب تک کسی مسلمان کی غیبت نہ کرے یا اسے تکلیف نہ پہنچائے'' (اسے دیلمی نے مسند الفردوس میں مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن ابن ابی شیبہ نے اسے ابوالعالیۃ کا قول قرار دیا ہے، دیکھیے مصنف ابن ابی شیبہ (۸۸۸۹))

سوچنے کا مقام ہے کہ کھانا، پینا اور جماع کرنا ایسے امور ہیں جو روزہ سے قبل حلال اور مباح تھے لیکن بحالتِ روزہ ان میں سے کوئی بھی کام کرنے سے روزہ فاسد ہوجاتا ہے، مگر غیبت، چغلی، دروغ گوئی اور گالی گلوچ تو روزہ سے قبل بھی حرام تھے، روزہ رکھنے کے بعد یہ کیسے قابلِ برداشت ہوسکتے ہیں؟ افسوس صد افسوس! لوگ کھانے پینے اور جماع کرنے جیسے مباح امور تو چھوڑ دیتے ہیں، لیکن لوگوں کی عزتوں سے کھیلنا جو ہر حال میں قطعی حرام ہیں اور روزہ کی حالت میں شدت کے ساتھ حرام ہیں، نہیں چھوڑتے۔ (فإنا لله وإنا إليه راجعون)

(۷) روزہ کی قضاء کے چند احکام

رمضان میں روزہ نہ رکھنے کے مختلف اسباب ہیں، کچھ اسباب شرعی ہیں، جیسے سفر یا مرض وغیرہ، اور کچھ اسباب غیر شرعی ہیں، جیسے جماع سے روزہ باطل کرلینا۔

روزہ چھوڑنے کا کوئی بھی سبب ہو، قضاء واجب ہے۔

روزہ کی قضاء میں جلدی کرنی چاہئے، اگر جلدی نہ کرسکے تو روزہ رکھنے کا عزم بہرحال قائم رہنا چاہئے، روزہ کی قضاء میں تاخیر جائز ہے، کیونکہ قضاء کا وقت تنگ نہیں بلکہ وسیع ہے۔ اسی طرح قضاء روزے، پے درپے رکھنا مستحب ہے، لیکن وقفوں سے رکھنا بھی جائز ہے۔

روزوں کی قضاء میں اس قدر تاخیر جائز نہیں کہ اگلا رمضان داخل ہوجائے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میرے ذمہ رمضان کے قضاء روزے ہوا کرتے تھے، میں انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی وجہ سے اگلے رمضان سے قبل شعبان کے مہینہ میں رکھ پاتی تھی۔''
(صحیح بخاری (۱۹۵۰) صحیح مسلم (۲۶۸۲)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ روزوں کی قضاء کا وقت تنگ نہیں بلکہ وسیع ہے، اتنے وسیع وقت کے باوجود اگر کوئی شخص روزے قضاء نہ کرسکا حتی کہ دوسرا رمضان شروع ہوگیا، تو وہ شخص شروع ہونے والے اس رمضان کے روزے رکھے گا، رمضان گزرنے کے بعد، پچھلے رمضان کے روزے قضاء کرے گا۔

اب یہاں دو صورتیں بنتی ہیں: ① اس کے روزے قضاء کرنے میں حاصل ہونے والی تاخیر اگر کسی شرعی عذر کے بناء پر تھی، تو اس صورت میں صرف قضاء فرض ہے۔ ② اور اگر وہ تاخیر بلا عذرِ شرعی تھی تو پھر قضاء کے ساتھ ساتھ، ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع کھانا کھلانا بھی ضروری ہوگا۔

(۸) بہت زیادہ بوڑھوں اور ناقابلِ شفاء بیماروں کا بیان

اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر روزہ فرض فرمایا ہے، چنانچہ بعض مسلمانوں پر تو رمضان کے مہینہ میں اداءً فرض ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کوئی عذر (مثلاً: سفر یا مرض وغیرہ) حاصل نہیں۔ بعض مسلمانوں پر اداءً تو نہیں لیکن قضاءً فرض ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں رمضان میں سفر یا مرض وغیرہ کا عذر حاصل ہے، ان لوگوں پر رمضان کے بعد روزوں کی قضاء فرض ہوگی۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے، جو نہ تو رمضان میں اداءً روزہ رکھنے کی قدرت رکھتے ہیں، نہ رمضان کے بعد قضاء کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، اس زمرہ میں انتہائی بوڑھے لوگ شامل ہیں، نیز وہ بیمار بھی جن کے شفایاب ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں پر تخفیف فرمائی ہے، اور ہر روزہ کے بدلے ایک مسکین کو نصف صاع کھانا کھلانا مشروع قرار دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

[لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۭ](البقرۃ:۲۸۶)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ نہیں تکلیف دیتا کسی نفس کو، مگر اس کی طاقت کے مطابق''

نیز فرمایا: [وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ۭ](البقرۃ:۱۸۴)

ترجمہ: ''اور اس کی (ناقابلِ برداشت مشقت سے) طاقت رکھنے والے فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: اس آیتِ کریمہ میں انتہائی

بوڑھے مرد اور عورت کا ذکر ہے، جو روزہ کی طاقت نہیں رکھتے، چنانچہ وہ ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔

(صحیح بخاری (۴۵۰۵)

وہ مریض جس کے شفایاب ہونے کی امید نہیں ہوتی، اس کا حکم بھی انتہائی بوڑھے مرد و عورت والا حکم ہے (یعنی ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا)

حاملہ اور مرضعہ (دودھ پلانے والی) کے بارہ میں علامہ ابن القیم ''زاد المعاد'' (۲/۲۹) میں فرماتے ہیں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر صحابہ اس حاملہ اور مرضعہ کہ جنہیں اپنے بچوں کے نقصان کا خدشہ لاحق ہے کے بارہ میں یہ فتویٰ دیتے تھے کہ وہ افطار کرلے اور ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلادے (یہ کھانا کھلانا رمضان میں اداءِ روزہ نہ رکھ سکنے کی بناء پر ہے) اور ان روزوں کی قضا واجب ہوگی۔

(۹) مسائلِ اعتکاف

اعتکاف ایک مشروع اور مسنون عبادت ہے۔

عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال: "کان رسول اللہ ﷺ یعتکف العشر الاواخر من رمضان"

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے''

(صحیح بخاری (۲۰۲۵) صحیح مسلم (۱۱۷۱)

احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوری زندگی، ماہِ رمضان میں اعتکاف فرمایا، چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے، حتی کہ آپ وفات پاگئے، پھر آپ کے بعد امہات المؤمنین نے اعتکاف فرمایا'' (صحیح بخاری (۲۰۲۶) صحیح مسلم (۱۱۷۲)

اعتکاف، مسجد کی عبادت ہے، اور ہر مسجد میں ہوسکتا ہے، لقولہ تعالیٰ: [وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ]

(البقرۃ:۱۸۷)

عورت بھی مسجد ہی میں اعتکاف کرے؛ کیونکہ امہات المؤمنین مسجد ہی میں اعتکاف کیا کرتی تھیں۔ (صحیح بخاری (۲۰۳۳) صحیح مسلم (۱۱۷۳)

رسول اللہ ﷺ اعتکاف کیلئے مسجد کی کسی متعین جگہ کو منتخب فرمایا کرتے تھے۔ چادروں کی آڑ میں بیٹھنا بھی مسنون ہے۔ دورانِ اعتکاف مسجد سے باہر نکلنا ناجائز ہے، البتہ قضاء حاجت کیلئے جانا ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا دورانِ اعتکاف آپ ﷺ سے ملنے آئیں تو آپ ﷺ نے انہیں مسجد سے باہر آکر الوداع کہا، اس کے علاوہ آپ ﷺ اپنا سر مبارک باہر نکالا کرتے تھے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے سر پہ کنگھی کیا کرتی تھیں۔ اگر کسی عذر کے تحت اعتکاف ختم کرنا پڑے تو جائز ہے، لیکن اس کی قضا دینا پڑے گی۔

معتکف (اعتکاف کرنیوالے) اپنے معتکف (اعتکاف کیلئے مخصوص جگہ) میں اکیسویں روزے (جو عشرۂ اخیر کا پہلا دن ہے) فجر کی نماز پڑھ کر داخل ہوگا، جب کہ اکیسویں روزے کی رات مسجد میں آجانا مسنون ہے۔

حیض ونفاس والی عورت نیز وہ بچہ جو سنِ تمیز کو نہیں پہنچا اعتکاف نہیں کرسکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے اعتکاف کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "من اعتکف یوما ابتغاء وجه الله جعل الله بینه وبین النار ثلاث خنادق کل خندق أبعد مما بین الخافقین"

یعنی: ''جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے ایک دن کا اعتکاف کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں تیار کرادے گا، ہر خندق کی چوڑائی مشرق ومغرب کے فاصلے سے بھی زیادہ ہوگی'' (اس حدیث کو امام حاکم نے اپنی مستدرک میں روایت فرمایا اور اسے صحیح الاسناد کہا)

(۱۰) صدقۃ الفطر

صدقۃ الفطر، وہ صدقہ ہے جو روزوں کے ختم ہونے پر ادا کیا جاتا

ہے، اس کی مشروعیت کی بہت سی حکمتیں ہیں: ① روزوں میں واقع ہونے والے لغو یا نقص کو پاک کر دیتا ہے۔ ② غرباء اور مساکین کی عید کی خوشی کا باعث بنتا ہے۔

③ روزوں کے فریضہ کے پورا ہونے پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے اظہار کا ذریعہ ہے۔

صدقۃ الفطر فرض ہے، چنانچہ صحیح بخاری ومسلم میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

"فرض رسول الله ﷺ زكوٰة الفطر صاعا من تمر أو صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين"

ترجمہ: ''رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر فرض فرمایا ہے، ایک صاع کھجوروں کا، یا ایک صاع جَو کا، اور یہ مسلمانوں میں سے ہر غلام، آزاد، مرد، عورت، چھوٹے اور بڑے پر فرض ہے''

(صحیح بخاری (۱۵۰۳) صحیح مسلم (۲۲۷۵))

اس حدیث میں ہر مسلمان پر صدقۃ الفطر کے واجب ہونے کا ذکر ہے، عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ حاملہ عورتوں کے حمل کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر ادا کیا کرتے تھے، اور یہ مستحب ہے۔ (ابوداود (۱۶۰۹))

اس حدیث میں صدقۃ الفطر کی مقدار کا بھی ذکر ہے، اور وہ ایک صاع یعنی چار ''مُد'' ہیں (تقریباً اڑھائی کلو)

اس حدیث میں یہ بات بھی مذکور ہے کہ صدقۃ الفطر جنس کی صورت میں ادا کیا جائے، قیمت ادا کرنا خلاف سنت ہے، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے: صدقۃ الفطر میں قیمت نہ دی جائے، کسی نے کہا: عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ قیمت لے لیا کرتے تھے، فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے فرمان کو چھوڑ کر فلاں اور فلاں کی بات کرتے ہو؟ حالانکہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے صدقۃ الفطر کھجور یا جَو یا دیگر اجناس کا ایک صاع مقرر فرمایا ہے۔

صدقۃ الفطر ادا کرنے کا صحیح وقت نماز عید سے قبل ہے، چنانچہ عید کی رات غروب آفتاب سے لیکر عید کی نماز سے قبل تک ادا کرنا چاہئے۔ ایک یا دو دن قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے: صحابہ کرام عید الفطر سے ایک یا دو دن قبل صدقۃ الفطر ادا کر دیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری (۱۵۱۱))

اگر عید کی نماز سے قبل صدقۃ الفطر ادا نہ کر سکا تو عید کی نماز کے بعد قضاءً ادا کرنا واجب ہوگا، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی مرفوع حدیث ہے: "من اداها قبل الصلاة فهي زكوٰة مقبولة ومن اداها بعد الصلوٰة فهي صدقة من الصدقات"

یعنی: ''جو صدقۃ الفطر، نمازِ عید سے قبل ادا کرے گا، تو وہ مقبول صدقہ قرار پائے گا، اور جو نمازِ عید کے بعد ادا کرے گا وہ عام صدقہ شمار ہوگا'' (ابوداود (۱۶۰۹))

عید کی نماز کے بعد ادا کرنے والا بوجہِ تاخیر اور بوجہِ مخالفت امرِ رسول ﷺ گنہگار ہوگا۔

خاندان کا سربراہ اپنے زیرِ کفالت افراد کا صدقہ ادا کرے گا۔

کیونکہ رسول اللہ کا فرمان ہے: "أدوا الفطرة عمن تمونون" یعنی: ''تم صدقۃ الفطر ادا کرو ان لوگوں کی طرف سے جو تمہارے مکفول ہیں'' (سنن دارقطنی (۲۰۵۹))

(۱۱) شوال کے چھے روزے

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے ثابت ہیں۔

عن ابی ایوب رضی اللہ عنہ أن رسول الله ﷺ قال: "من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال فذاك صيام الدهر"

ترجمہ: ''جو شخص رمضان کے روزے رکھ لے، پھر اس کے بعد شوال کے مہینے میں بھی چھ روزے رکھ لے، تو یہ زمانے بھر کے روزے شمار ہونگے'' (صحیح مسلم (۱۱۶۴) ابوداود (۲۴۳۳) جامع ترمذی (۷۵۹) مسند احمد (۵/ص: ۴۱۷)

(بقیہ صفحہ: 48)

شوال کے روزے عید الفطر کے فوراً بعد رکھنا ضروری نہیں، بلکہ عید کے ایک دن یا کئی دن بعد بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ اسی طرح مسلسل رکھنا بھی ضروری نہیں بلکہ وقفوں کے ساتھ بھی رکھے جاسکتے ہیں۔ **المهم** ماہِ شوال میں پورے کرنا ضروری ہے۔

جس شخص کے ذمے رمضان کے کچھ روزوں کی قضا ہو تو بہتر ہے کہ وہ پہلے رمضان کی قضا پوری کرلے بعد میں شوال کے روزے رکھ لے، اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیثِ مذکور پر عمل ہوجائے گا۔

وصلى الله على نبينا محمد وعلى آله وصحبه وأهل طاعته أجمعين.